ساجد جاوید اور ہماری صحافتی اخلاقیات

تحریر: سہیل احمد لون

مئی میں یورپی انتخابات، ستمبر میں سکاٹ لینڈ کی یو۔کے سے علیحدگی پر ریفرنڈم، آئندہ برس مئی میں برطانیہ کے عام انتخابات، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برطانوی سیاستدانوں کے لیے شیڈول بڑا مصروف ہے۔ جب سیاستدان مصروف ہوں گے تو میڈیا مزید متحرک ہو جاتا ہے۔ عام انسان صرف وقت کا خیال رکھتا ہے جبکہ سیاستدان اور میڈیا والے وقت کے ساتھ ساتھ ٹائمنگ کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ ایبٹ آباد میں آپریشن کی ٹائمنگ ایسی تھی کہ اسامہ کی ہلاکت اوبامہ کو دوسری بار امریکہ کا صدر منتخب کروا گئی۔ برطانوی پارلیمنٹ کی رکن ماریہ ملر (Maria Miller) جو ثقافت کی وزیر تھیں۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے اخراجات کی مد میں 45 ہزار پاؤنڈ زیادہ لیے ہیں جس پر شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ انہوں نے ڈیوڈ کیمرون کی ہمدردی کے باوجود اپنی وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ برس انتخابات میں لیبر پارٹی اس سکینڈل اور ڈیوڈ کیمرون کی ماریہ ملر سے ہمدردی کا کس حد تک فائدہ اٹھاتی ہے۔ مگر ڈیوڈ کیمرون نے ماریہ ملر کی جگہ پاکستان نژاد ساجد جاوید کو ثقافت، میڈیا اور سپورٹس کا وزیر نامزد کر دیا ہے جس سے برطانیہ میں مقیم پاکستانی بلکہ ایشن کیمونٹی بھی یقیناً خوش ہوگی۔ ساجد جاوید پہلے ایشین ممبر آف پارلیمنٹ ہیں جنہیں کنزویٹر پارٹی کی کابینہ میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ ساجد جاوید کے والد محترم ساٹھ کی دہائی میں پاکستان سے نقل مکانی کر کے برطانیہ آئے تو ان کی جیبیں خالی تھیں۔ ساجد جاوید نے اپنی محنت اور لگن سے پہلے اپنے آپ کو کامیاب بینکر ثابت کیا، 2010ء میں رکن پارلیمنٹ بنے، وزیر خزانہ کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ یہ بات باعث فخر اور تسکین ہوتی ہے جب برطانوی یا بیرونی ممالک کے میڈیا میں کسی بھی پاکستانی کا کسی اچھے کام کے حوالے سے ذکر کیا جائے۔ اس سے کم از کم یہ اثر کچھ دیر کے لیے ہی زائل تو ہو جاتا ہے کہ پاکستان صرف دہشت گردی کی آماجگاہ ہے۔ ساجد جاوید کو ثقافت کا وزیر بننے کی خبر برطانوی میڈیا میں عمومی انداز میں نشر ہوئی مگر پاکستانی میڈیا پر اس خبر کا اینگل ذرا مختلف نظر آیا۔ پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر خبر کی ہیڈ لائن کچھ اس طرح سے نظر آئی "پاکستانی بس ڈرائیور کا بیٹا برطانیہ میں ثقافت کا وزیر بن گیا"۔ حالانکہ ان ممالک میں اہلیت اور قابلیت کے سامنے کسی کے خاندانی پس منظر، مالی حیثیت، رنگ و نسل، شجرہ نسب، کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔ اگر حالیہ برطانوی کرکٹ ٹیم کو دیکھا جائے تو اس بات کا ثبوت مل جائے گا کہ یہاں قابلیت ہی میرٹ ہے۔ مہذب معاشروں میں کسی فرد کو اس کے خاندانی پیشے سے نہیں بلکہ اس کے کام سے یاد کیا جاتا ہے۔ امریکہ کے 34ویں صدر آئزن ہاور کے باپ بھی جب ٹیکساس (Texas) سے (Kanas) کیناس نقل مکانی کر کے آئے تو ان کی جیب میں صرف 24 ڈالر تھے۔ انہوں نے پرچون کی دکان اور گھر چلایا۔ 1990ء کے فٹ بال کے عالمی کپ کی فاتح جرمن ٹیم کا اسٹرائیکر یورگن کلنسمین تھا جو 2006ء کے عالمی کپ میں جرمن ٹیم کا کوچ بھی تھا۔ اس کا باپ ایک بیکری چلاتا تھا اور جب 2006ء میں جرمنی میں فٹ بال کا عالمی کپ منعقد ہوا تو اس وقت بھی وہ اپنی بیکری میں کام کرتا تھا۔ امریکی میڈیا نے

کبھی آئزن ہاور کے صدر بننے کی خبر میں اس کے باپ کے پیشے کو نشر نہیں کیا، اور نہ ہی جرمن میڈیا نے یورگن کلنس مین کو بیکری والے کا بیٹا لکھ کر تشہیر کی۔ جہاں پر میرٹ سفارش، خاندانی پس منظر، سیاسی اثر ر سوخ، مال و دولت کی بجائے صرف قابلیت اور اہلیت ہو تو وہاں پر کسی کا بھی بیٹا کسی بھی عہدے پر اپنی محنت، لگن اور قسمت کے بل بوتے پر پہنچ جائے تو اچنبہ والی بات نہیں لگتی۔ لارڈ طارق احمد کے باپ بھی پاکستان سے نقل مکانی کر کے برطانیہ آئے، ان کے پاس بھی کوئی مال و دولت نہیں تھا مگر طارق احمد نے اپنی محنت سے ہاؤس آف لارڈز میں سب سے کم عمر لارڈ بننے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ پنجاب کے گورنر جناب محمد سرور اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کیونکہ وہ پہلے پاکستانی تھے جو برطانیہ میں ممبر آف پارلیمنٹ بنے۔ ہم جس معاشرے میں جنم لے کر بڑے ہوتے ہیں وہاں ذات پات، خاندان، حسب نصب، پیشہ، مذہب، فرقہ، مسلک، زبان، رنگ، پیسہ ایسی دیواریں ہیں جو قابلیت، اہلیت اور ایمانداری کے راستے میں اکثر حائل ہوتی ہیں۔ معروف بلے باز یوسف جب تک یوحنا تھا اسے کھیلتے ہوئے اکثر۔۔ڑے ، ۔۔ڑے، کی آوازیں سننے کو ملتی۔ محمد یوسف بننے کے بعد بھی اس سے امتیازی سلوک کیا گیا کیونکہ اس کا خاندانی پس نظر دوسرے مذہب سے تھا۔ نوبل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کو قادیانی ہونے کی وجہ سے ملک سے ٹھڈے مار کر نکال دیا گیا۔ ہم کہنے کو تو مسلمان ہیں اور اس بات کا سینہ تان کر دعوی کرتے ہیں کہ پاکستان کا مطلب لا الہ اللہ ہے۔ مگر اسلام میں تو برابری اور انصاف ہے جو ہمیں دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ وطن عزیز میں کسی بھی محلے میں چلے جائیں وہاں پر کوئی نہ کوئی نائی، موچی، لوہار، رکشے والا، ٹیکسی والا، تانگے والا، گجر، حلوائی، میراثی، بھیا، پٹھان، مولوی، موٹا، سوکھا، کانا، گنجا، لنگڑا، ٹیڑا، ضرور مل جائے گا۔ ہم کسی کو اس کے نام کی بجائے پیشے یا خاندانی پیشے، یا اس کی کسی جسمانی معذوری سے اس کو پکارنے میں اس بات کا ذرا احساس نہیں کرتے کہ اس سے اسکے دل کو تکلیف ہو سکتی ہے اس کے جذبات مجروح ہو سکتے ہیں۔ مہذب معاشروں میں کسی کی جسمانی معذوری کا اس طرح سے ان کے سامنے ذکر کرنا قانونی جرم تصور کیا جاتا ہے۔ آپ کسی اندھے کو اندھا یا اس کے گھر کے کسی فرد کو اندھے کی ماں، باپ، بہن یا بھائی کہہ نہیں پکار سکتے۔ اسی طرح کسی کو اس کے پیشے کی بجائے اس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ گورنر پنجاب محمد سرور صاحب نے تو برطانیہ میں ایک عمر گزاری ہے اور وہ ان تمام باتوں سے بخوبی واقف ہیں، اس کے علاوہ ہمارے اکثر سیاسی اکابرین کا بھی ان ممالک میں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ یہاں کی مثبت باتیں وطن عزیز میں رائج کیوں نہیں کرتے۔ ہاؤسنگ بینیفٹس کے سکینڈل میں ملوث ہونے پر ایک وزیر اپنی وزارت سے مستعفی ہو جاتا ہے مگر ہمارے ہاں تو آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ اب گائیڈ کو کون گائیڈ کرے؟ لیڈر صاحبان کون لیڈ کرے؟ یہ سب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ اگر برطانیہ میں بھی کوئی پاکستانی نژاد وفاقی وزیر بن جائے تو ان کی بریکنگ نیوز یا ہیڈ لائن یہ بنتی ہے کہ ایک بس ڈرائیور کا بیٹا برطانوی پارلیمنٹ میں ثقافت کا وزیر بن گیا۔ کاش! وطن عزیز میں ایسا وقت بھی آئے کہ کوئی کسی کا بیٹا، بیٹی کسی بھی عہدے پر پہنچ جائے تو اس کے خاندانی پیشے، ذات، مسلک، فرقے، مذہب، اور مالی حیثیت کا ذکر نہ ہو مگر افسوس طبقاتی سماج میں یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے کہ یہاں اخبار کی سرخی اور الیکٹرونک میڈیا کی ہیڈنگ بھی طبقات کے حوالے سے ہی منظر عام پر آتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ ہیڈنگ ''پاکستانی بس ڈرائیور کا بیٹا برطانیہ میں ثقافت کا وزیر بن گیا'' درست ہے تو پھر بہت سے ہیڈنگ پاکستانی سیاست کے حوالے سے بھی بنتی ہیں۔ مثلاً ''لوہار کے بیٹوں نے وزاتِ عظمیٰ اور

وزارتِ اعلی کی ہیٹ ٹرک مکمل کرلی''۔''پرچون فروش کا بیٹا ریلوے کا وزیر بن گیا''۔''اسماعیل بٹنوں والے کا بیٹا این اے 127 سے انتخاب جیت گیا''۔معمولی سرکاری ملازم کا بیٹا تحریک انصاف کا چیئر مین منتخب ہوگیا''۔بکیوں کے بھائی نے قومی ہیرو اختر رسول کوشکست دے دی''۔''دہی بھلے کھلانے والا صدر پاکستان بن گیا''۔ایسی لاتعداد مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن وطن عزیز کا میڈیا وطن سے دور وطن کا نام روشن کرنے والوں کی تذلیل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور قاتلوں کو چی گویرا بنا کر پیش کر رہا ہے۔ہمیں اپنی صحافتی اخلاقیات درست کرنی ہوں گی۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

12-04-2014.